کلام: اسرارِ وجود

وجاہت حسین الحنفی حافظؔ

فہرست

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے انسان کو علم الاسماء سے نوازا۔ اسے عشق و وجدان کی نعمت عطا کی۔ اور آقا ﷺ پر ہر زمان، ہر مکان، اور ہر آن میں درود و سلام ہو جو دونوں جہاں کا مرکزِ عشق ہیں۔

اللہ پاک کے فضل و کرم اور خاص توفیق سے اس کلام کے ذریعے ایک حقیر سی سعی کی ہے جس کا مقصد دل کی آواز امت تک پہنچانا ہے تاکہ امت اس زوال کی حالت میں اصلاح کی طرف قدم رکھ سکے۔ چونکہ اس کلام میں مختلف اشیاء و عناصر کے حقیقتِ وجود کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اس لیے اس نظم کا نام میں نے اسرارِ وجود (وجود کے راز) رکھا ہے۔ اور اس میں ہر موضوع کی کسی نہ کسی سر (راز) پر گفتگو کی ہے۔

اس کلام میں جوابات میں تمام اشعار علامہ اقبالؒ کے کلام سے درج کیے گئے ہیں اور پورے کلام میں موجود تمام فارسی کلام علامہ اقبالؒ کی کتاب زبورِ عجم سے ماخوذ ہے۔ اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ تمام اشعار ایک ہی بحر میں ہوں۔ اس مقصد کے لیے میں نے بحر ہزج مثمن سالم "مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن" کا انتخاب کیا ہے۔ بغیر کسی استثنا کے مکمل کلام اسی بحر پر ہے۔ الحمد اللہ۔

سرِ زبورِ دل

شبِ تاریک میں اک روز گاتا تھا زبورِ دل
ہوئی پھر خاک میں پیدا تمنائے ظہورِ دل
یکایک پھٹ گئیں جیسے قیامت سے قبورِ دل
میں رو رو کر سناتا تھا خدا کو یہ سرورِ دل
"پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے یا رب پھر وہی مشکل نہ بن جائے"

از آن آبي که در من لاله کارد ساتگيني ده
کف خاک مرا ساقي بباد فروديني ده
(ترجمہ: اے ساقی، تو مجھے اس شراب کا ایک بڑا پیالہ عطا کر جو مجھ میں لالے کے پھول کھلا دے اور میری خاک کی مٹھی کو بہار کی ہوا کے کندھوں پر اُڑا دے۔)

زمينائيکه خوردم در فرنک انديشه تاريک است
سفر ورزيده ي خود را نگاه راه بيني ده
(میں نے یورپ میں جس مینا سے علم کی شراب پی، اس نے میری فکر کو تاریک کر دیا ہے۔ اپنی منزل کے اس مسافر کو نگاہ شناس اور راہ شناس نگاہ عطا کر۔)

چو خس از موج هر بادي که ميآيد ز جا رفتم
دل من از گمانها در خروش آمد يقيني ده
(میں تنکے کی طرح ہوا کے ہر جھونکے سے اُڑ کر اِدھر اُدھر جا پڑتا ہوں۔ میرا دل شکوک اور بے یقینی کی کیفیت پر چیخ وفریاد کرتا ہے، اسے یقین کی دولت عطا کر۔)

بجانم آرزوها بود و نابود شرر دارد
شبم را کوکبي از آرزوي دل نشيني ده
(میری روح میں آرزوئیں ایک چنگاری کی مانند بھڑکتی اور بجھتی رہتی ہیں۔ میری رات کو دلنشین آرزو کا ایک عظیم ستارہ عطا کر۔)

دل بی قید من با نور ایمان کافری کرده
حرم را سجده آورده بتان را چاکری کرده
(میرا آزاد منش دل نورِ ایمان کے ساتھ کافری بھی کرتا رہا ہے۔ حرم کو سجدہ اور بتوں کی خدمت کرتا رہا ہے۔)

متاع طاقت خود را ترازوئی بر افروزد
ببازار قيامت با خدا سوداگری کرده
(میں اپنی اطاعت اور بندگی کے لیے ایک بڑی ترازو لا کر رکھوں گا۔ بازارِ قیامت میں خدا سے سودے بازی کروں گا۔)

تو خود هنگامه ئِ هنگامه يِ ديگر چه ميخواهي
ز شاعر ناله يِ مستانه در محشر چه ميخواهي
(روزِ محشر تو بھلا شاعر سے نعرۂ مستانہ کیوں چاہتا ہے؟ تو خود ایک ہنگامہ ہے، ایک اور ہنگامہ کیوں چاہتا ہے؟)

درین میخانه ای ساقی ندارم محرمی دیگر
که من شاید نخستین آدمم از عالمی دیگر
(اے ساقی! اِس میخانے میں مجھے کوئی محرمِ راز نہیں ملتا۔ شاید میں کسی نئی دنیا کا پہلا آدمی ہوں۔)

دمی این پیکر فرسوده را سازی کف خاکی
فشانی آب و از خاک آتش انگیزی دمی دیگر
(کبھی تو میرے اِس فرسودہ پیکر کو مٹھی بھر خاک بنا دیتا ہے۔ کبھی اس خاک پر آبِ عشق چھڑک کر اس میں آگ بھڑکا دیتا ہے۔)

بیار آن دولت بیدار و آن جام جهان بین را
عجم را داده ئی هنگامهٔ بزم جمی دیگر
(جب تو نے عجم میں ایک نئی بزمِ جم بپا کر ہی دی ہے تو اب اسے دولتِ بیدار اور جامِ جہاں نما بھی عطا فرما۔)

ملے ایسا مری موسی مزاجی کو امام و خضر
ملا جیسے کوئی یوسف، جسے وہ ڈھونڈتا تھا مصر
اُسی لمحے نظر آیا مرے دل کو جلی مہتاب
زباں کھولی، بجا دی پھر ستارِ دل، لیے مضراب
اے قوالِ ازل، پیرِ حرم، اے نَے نوازِ دل
تری صحبت نے سکھلائی مجھے پڑھنا نمازِ دل
نہیں تھمتا ذرا اک پل مرا سوز و گُدازِ دل
عیاں ہوں میری ہستی پر بھی تیرے خاص رازِ دل
اے خضرِ رہ! کہ جس کے دم سے ہے قائم مری پرواز
پلا مجھ کو وہ مے جس سے کھلیں دل پر ازل کے راز
جسے پی کر ہو دل مومن، عمل خنجر، نظر شہباز
ہو روشن قلب، زندہ روح، سر افشا، خفی اعجاز
یہ کہہ کر محفلِ دل میں لے آیا مجھ کو میرا حال
مری فریادِ دل سن کر یہ بولے حضرتِ اقبال
"مجھے رازِ دو عالم دل آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے"

سرِ آدم

سوال: یہ کیسی آدمِ خاکی کی کج فطرت نگاری ہے
ہے مسجودِ ملائک بھی مگر ہر پل ہی خواری ہے!

جواب: "عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے"

سرِ بندگی

سوال: گھنے چھائے ہیں دل پر اب حجابِ تیرگی مجھ پر
اے مرشد! کھول اسرارِ مقامِ بندگی مجھ پر

جواب: "متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی"

سرِ وجہِ زوال

سوال: گھنی ہے رات امت کی، نہ پھر ماہِ تمام آیا
نہ کوئی رہبرِ امت، نہ کوئی حر امام آیا
مگر جو بھی امام آیا، زمانے کا غلام آیا
گرا مسلم تباہی میں یہ کیوں ایسا مقام آیا؟

جواب: "یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقتِ قیام آیا"

سرِ زوال

سوال: مرے مرشد! میں تو پڑھتا ہوں کلمہ ذاتِ باری کا
میں نے تو حفظ بھی کر ڈالا ہے نسخہ بخاری کا
میں تو ہوں منتظر توحید کی بادِ بہاری کا
مگر یہ کیا زمانے میں مرا رتبہ ہے خواری کا!

جواب: ''زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطر قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے
زباں سے گر کیا توحید کا دعوی تو کیا حاصل!
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے''

سرِ امید

سوال: بڑی چھائی ہے نومیدی کہ رسوا ہیں زمانوں میں
صدائیں انقلابوں کی نہیں اٹھتیں گمانوں میں
نہ ساقی وہ رہے باقی، نہ وہ مے ہے پیانوں میں
لرز تکبیر میں کوئی، نہ گرمی ہے اذانوں میں

جواب: ''نہ ہو نو مید، نو میدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امیدِ مردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں''

سرِ دلِ بیدار

سوال: اے آتش رخ! اے ماہِ کل! اے رازِ حق کے موسیقار
تری شعلہ نگاہوں سے ہوئیں روشن مری ابصار
ملیں مجھ کو عطا میں اب دلِ بیدار کے اسرار
سپر میں دست یاری ہے، نہ پر تاثیر ہے تلوار

جواب: ”دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کرّاری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری“

سرِ خانقاہی فقر

سوال: نہیں کچھ سوز امت کا، نہ مستی ہے نگاہوں میں
کہ تاجر دین و دنیا کے ہیں بیٹھے خانقاہوں میں
ہیں بدلے اب حرم کے آستانے ذبح گاہوں میں
کہاں سے فقر کی نعمت ملے ان بادشاہوں میں

جواب: ”نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیریؑ
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری“

سرِ قلندری

سوال: شعورِ حالتِ امت، نہ جوہر سر فرازی کا
فقیہِ شہر رکھتا ہے ہنر بس منہ درازی کا
فقیہِ دل مجھے سکھلا سلیقہ دل گدازی کا
قلندر کے مقامِ خود حساب و بے نیازی کا

جواب: ”قلندر جز دو حرفِ لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا“

سرِ یقین

سوال: مری تاریک شب کے ماہِ کل، اے یارِ میخوری!
تری صحبت سے ڈھلتی ہے دلِ بے خود کی رنجوری
ہیں کس جوہر میں مضمر منتہائے رازِ منصوری؟
ملے جس سے مری مٹی کو درویشی میں تیموری

جواب: ”یقیں کر اے ناداں! یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی، کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری
جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا“

سرِ ولایت

سوال: مقاماتِ ولایت کی حقیقی انتہا کیا ہے؟
جو تقدیرِ بشر سے اٹھ رہی ہے وہ صدا کیا ہے؟
خدا آماج ہو جس میں وہ شبیری ادا کیا ہے؟
طبیبِ دل مجھے سمجھا مقامِ کبریا کیا ہے؟

سوال: ”خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے“

سرِ فتنہ دورِ حاضر

سوال: حقیقت میں یہ آخر کیا ہے فتنہ دورِ حاضر کا
کہ مٹتا جا رہا ہے فرق بھی منظور و ناظر کا؟

جواب: ”لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مے لَا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ اِلّا“

سرِ تہذیبِ حاضر

سوال: اے مہر و ماہِ دل! واقفِ اسرارِ عطاری
چھپاتی کیا ہے ہم سے عصرِ حاضر کی جہاں داری؟
مسلماں کی نگاہوں میں، نہ قہاری نہ غفاری
ہوئی ہے ختم کس صیاد سے مومن کی احراری؟

جواب: ”مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری“

سرِ حریت

سوال: مری ہستی میں تیرے دم سے ہے سوزِ جگر آباد
کرو آگاہ میرے دل کو اب، اے صاحبِ ارشاد!
غلامی کیا ہے؟ نفرت جس سے کرتے ہیں سبھی آزاد
ہے کیا جوہر جو رکھتے ہیں جہاں میں قطب اور اوتاد؟

جواب: ''غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا''

سرِ مصلحین جدید

سوال: اگرچہ مصلحینِ دین سے دنیا نہیں خالی
تو پھر بنیاد میں ہے کیوں نوا تجدیدِ دیں خالی؟

جواب: ''میں ہوں نومید تیرے ساقیانِ سامری فن سے
کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آئے ساتگیں خالی
نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی''

سرِ تقدیر بمعنی جبر

سوال: یہ واعظ قوم سے کہتا ہے، ہر کوشش ہے تبزیری
عمل تیرا نہیں ہے کچھ سوائے زورِ تقدیری
یہ دنیا قید خانہ ہے، سو لا حاصل ہے تدبیری
مرے مرشد! حقیقت کھول، کر دے دور دل گیری

جواب: "ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری"

سرِ تسخیر

سوال: جو دکھتا ہے مکاں سارا، زماں سارا، جہاں سارا
مجازی ہے حقیقت میں تو پھر حق کھول کر سمجھا
کہ تسخیرِ جہاں کیسے ہو ممکن زورِ بازو سے
طلسمِ رنگ و بو ٹوٹے، مجھے اسرار وہ بتلا

جواب: "خودی سے اس طلسمِ رنگ و بُو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا، نہ میں سمجھا
مجھے آہ و فغان نیم شب کا پھر پیام آیا
تھم اے رہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا
ذرا تقدیر کی گہرائیوں میں ڈوب جا تو بھی
کہ اس جنگاہ سے میں بن کے تیغ بے نیام آیا"

سرِزمانِ خالص

سوال: بپا ہے عشق کی محفل تری ذاتِ قلندر سے
حرم کا راستہ دکھلا زماں کے دیر و مندر سے
زمانِ خالص و نفسی کی نسبت ہے جو اندر سے
تعلق کیا ہے اس نسبت کا الفت کے سمندر سے؟

جواب: ”جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں“

سرِنگاہ

سوال: نہ رکھتی ہیں ذرا سا بھی اثر ملا کی تقریریں
کہاں سے دل میں ہوں پیدا محبت کی وہ تاثیریں؟
کٹیں کس کی نگاہوں سے غلامی کی یہ زنجیریں؟
کہاں سے خاک میں میری اٹھیں ہر سمت تکبیریں؟

جواب: ”غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں“

سرِ خود آگاہی

سوال: اے جانِ دل! تری مرشد نظر کشفِ معانی ہے
مرا جوہر ہے نورانی، نہیں رومی نہ شامی ہے
مری مٹی کا ہر ذرہ تزلزل ہے، طوفانی ہے
مجھے معلوم ہو کیسے نگہ اب آسمانی ہے؟

جواب: ''عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں''

سرِ محبت

سوال: ہو دل فولاد یا ہو پھول کی مانند سینوں میں
کہ کیا پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں؟

جواب: ''خاموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں
محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں''

اسرارِ عشق

سوال: اے بحرِ علم و عرفاں! بھر دے عرفاں سے مرا کشکول
مرے دل پر خدا کے عشق کے اسرارِ غیبی کھول!

جواب: نوای من از آن پر سوز و بیباک و غم انگیزست
بخاشاکم شرار افتاده باد صبحدم تیز است

(میری نوااس لیے پر سوز، بیباک اور غم انگیز ہے کہ میرے وجود کے خس و خاشاک میں ایک چنگاری آن گری ہے جبکہ صبح کی ہوا بے حد تیز ہے اور اُسے خوب بھڑکا رہی ہے۔)

ندارد عشق سامانی ولیکن تیشه ئی دارد
خراشد سینۀ کهسار و پاک از خون پرویز است

(اگرچہ عشق کے پاس سر و سامان نہیں ہوتا مگر وہ تیشہ یا ہتھوڑا ضرور رکھتا ہے جو پہاڑ کا سینہ چیر دیتا ہے لیکن پرویز کے خون سے پاک رہتا ہے۔)

مرا در دل خلید این نکته از مرد ادا دانی
ز معشوقان نگه کاری تر از حرف دلاویز است

(ایک اداشناس کا یہ نکتہ میرے دل میں گڑ گیا ہے کہ معشوقوں کی نگاہ اُن کی دلآویز باتوں سے زیادہ کاری ہوتی ہے۔)

نشیمن هر دو را در آب و گل لیکن چه رازست این
خرد را صحبت گل خوشتر آید دل کم آمیز است

(عقل و دل دونوں کا ٹھکانا یہی آب و گل کی دنیا ہے مگر نہ جانے اِس میں کیا راز ہے کہ عقل کو یہ ٹھکانا زیادہ پسند ہے مگر دل اس سے الگ تھلگ رہتا ہے۔)

اگر نظاره از خود رفتگی آرد حجاب اولی
نگیرد با من این سودا بها از بس گران خواهی

(اگر نظارہ بے خود کر دیتا ہے تو حجاب ہی بہتر ہے۔ مجھے یہ سودا قبول نہیں کہ یہ بہت مہنگا ہے۔)

سخن بی پرده گو با ما شد آن روز کم آمیزی
که می گفتند تو ما را چنین خواهی چنان خواهی

(اب تُو ہم سے بے پردہ ہو کر سامنے آکر گفتگو کر۔ کم آمیزی کے دن بیت گئے جب دوسرے بتایا کرتے تھے کہ تُو ہم سے یہ چاہتا ہے، تُو ہم سے وہ چاہتا ہے۔)

نگاه بی ادب زد رخنه ها در چرخ مینائی
دگر عالم بنا کن گر حجابی درمیان خواهی

(میری بے ادب نگاہ نے آسمان میں رخنے ڈال دیے ہیں۔ اب بھی اگر تُو درمیان میں حجاب چاہتا ہے تو ایک نیا عالم بنا لے۔)

چنان خود را نگه داری که با این بی نیازی ها
شهادت بر وجود خود ز خون دوستان خواهی

(تجھے تو اپنا اتنا خیال ہے کہ تُو اپنی بے نیازی کے باوجود اپنے وجود پر گواہی اپنے دوستوں کے خون سے چاہتا ہے۔)

مقام بندگی دیگر مقام عاشقی دیگر
ز نوری سجده میخواهی ز خاکی بیش از آن خواهی

(مقامِ بندگی اور ہے، مقامِ عاشقی اور ہے۔ تُو فرشتوں سے تو صرف ایک سجدہ چاہتا ہے، مگر خاکیوں سے اِس سے زیادہ کا طلبگار ہے۔)

مس خامی که دارم از محبت کیمیا سازم
که فردا چون رسم پیش تو از من ارمغان خواهی

(میرے پاس جو خام تانبا ہے میں اُسے تیری محبت سے کیمیا بنا رہا ہوں کہ کل جب میں تیرے حضور پیش ہوں گا تو تُو پوچھے گا کہ میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو!)

سرِاسرارِوجود

(اسرارِوجودکاراز)

سوال: بنایا ہے مٹانے کو تو وجہِ خاک داں کیا ہے؟
مرے ساقی مجھے بتلا یہ رازِ کن فکاں کیا ہے؟
وجودِ آدمی کا مقصد و سرِ نہاں کیا ہے؟
فنا ہے میری ہستی کو تو رازِ جاوداں کیا ہے؟
نہ ہوتا کچھ، نہ اٹھتا پھر کوئی اشکال سینے میں
سجی ہے محفلِ کونین آخر مدعا کیا ہے؟
چلا صبحِ ازل سے جو تماشا یہ بپا ہے کیوں؟
ازل کی ابتدا کس سے ابد کی انتہا کیا ہے؟
زمانے کی حقیقی آخری منزل ہے کس جا پر؟
زمانے کا حقیقی آخری منزل رسا کیا ہے؟
حقیقت میں وجودِ ہستی کس کے دم سے ہے قائم؟
جہاں پر مرکز و محور ہے ہستی کا وہ جا کیا ہے؟
وجودِ فرش اور گردوں ہیں کس کے دم سب روشن؟
وجودِ عرش و کرسی، لوح و قرآں، کی ضیا کیا ہے؟
مرا یہ آخری اشکال حل کر، اے طبیبِ دل!
حیاتِ زندگی کا اصل سر چشمہ بھلا کیا ہے؟

جواب: وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یاسیں، وہی طہ
(صلی اللہ علیہ وعلی والہ واصحابہ وبارک وسلم)

وجاہت حسین الحنفی